از عدالت عظمیٰ

5 فروری 1954

ایٹایاپورم کا زمیندار

بنام

ریاست مدراس (اور منسلک اپیلیں)

[مہر چند مہاجن چیف جسٹس، مکھرجی، ایس آر داس، ویوین بوس اور غلام حسن جسٹس صاحبان]

مدراس اسٹیٹ (تنسیخ اور ریوتواری میں تبدیلی) ایکٹ، (ایکٹ XXVI بابت 1948)۔آئین کے آرٹیکل 31(6) کی توثیق۔

مدراس اسٹیٹ (تنسیخ اور ریوتواری میں تبدیلی) ایکٹ، (ایکٹ XXVI 1948) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کے تحت کام کرنے والی مدراس کی صوبائی مجلس قانون ساز نے منظور کیا تھا اور اسے 2 اپریل 1949 کو بھارت کے گورنر جنرل کی منظوری ملی تھی۔آئین کی آمد کے بعد، ایکٹ کو صدر کی تصدیق کے لیے محفوظ کر لیا گیا تھا اور اس کی تصدیق 12 اپریل 1950 کو کی گئی:

کہا گیا ہے کہ آرٹیکل 31(6) کی توضیعات کے پیش نظر اس ایکٹ کے جواز کو اس بنیاد پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ یہ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایکٹ 1935 کی دفعہ 299(2) کے توضیعات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

شنکری پرساد سنگھ دیو بنام یونین آف بھارت [1952] ایس سی آر 89)، ریاست بہار بنام مہاراجادھی راجا سر کامشور سنگھ (1952) ایس سی آر 889) اور نارائن دیو بنام ریاست اڑیسہ (1954) ایس سی آر 1) کا حوالہ دیا گیا ہے۔

سول اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: سول اپیلیں نمبر 170 تا 176 اور 178 تا 183 بابت 1953۔

22 اگست 1952 کو مدراس میں عدالت عالیہ آف جوڈیکیچر کے سول متفرق اپیلیں نمبر 13386، 13388، 13390، 7812، 12003، 13188، 13262، 7822، 13123، 13347، 13341، 12997، 12494 سال 1950 اور حکم مورخہ 8 ستمبر 1952، سی ایم پی نمبر 13936 میں فیصلے اور حکم سے اپیل۔

اپیل گزاروں کی طرف سے کے۔ایس۔ کرشنا سوامی آینگر (بشمول، کے۔ ایس۔ چمپکیسا آینگر،)۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سول اپیلیں نمبر 170 تا176 اور 178 تا 181 میں مدعا علیہ (ریاست مدراس) کی طرف سے مدراس کے ایڈوکیٹ جنرل وی۔کے۔ٹی چاری (آر گنپتی آئیراور راگھون، بشمول)۔

سول اپیل نمبر 182 اور 183 میں مدعا علیہ (ریاست آندھرا) کی طرف سے ایم ۔شیشا۔چلپتی۔

5 فروری 1954۔عدالت کا فیصلہ مکھر جی جسٹس کے ذریعے دیا گیا تھا۔23 اگست 1952 کو مدراس عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ کے ایک مشترکہ فیصلے کے خلاف، جس کے ذریعے فاضل ججوں نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت کی مختلف اپلانٹس کی درخواستوں کو مسترد کر دیا تھا، یکجا شدہ اپیلیں، جن کی کل تعداد چودہ ہے، ہدایت کی قابل ہے۔اپیل کنندگان مدراس کے زمیندار ہیں، جو اس ریاست کے اندر زمینداریاں رکھتے ہیں، اور آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت اپنی درخواستوں میں انہوں نے مینڈمس کی نوعیت کی رٹس کے لیے درخواست کی، جس میں ریاست مدراس کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان کے زیر قبضہ املاک کو مطلع کرنے اور ان پر قبضہ کرنے سے باز رہے اور مدراس اسٹیٹ (تنسیخ اور ریوتواری میں تبدیلی) ایکٹ، (ایکٹ 1948 XXVI) کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے پہلے سے جاری کردہ نوٹیفکیشن کو بھی منسوخ کرے۔یہ ایکٹ، جس کی آئینی جواز پر اپیل گزاروں نے حملہ کیا ہے، گورنمنٹ آف بھارت ایکٹ 1935 کے تحت کام کرنے والی مدراس کی صوبائی مقنّنہ نے منظور کیا تھا، اور اسے 2 اپریل 1949 کو گورنر جنرل آف بھارت کی منظوری ملی تھی۔اس ایکٹ کا واضح مقصد 1802 کے مدراس پر مستقل سٹیلمنٹ ریگولیشن کو منسوخ کر کے زمیندارنہ نظام کو ختم کرنا، مستقل طور پر آباد اور دیگر املاک میں زمینداروں کے حقوق حاصل کرنا اور ایسی تمام املاک میں ریوتواری نظام متعارف کرانا ہے۔آئین کی آمد کے بعد، ایکٹ کو صدر کی تصدیق کے لیے محفوظ کر لیا گیا اور اس کی تصدیق 12 اپریل 1950 کو کی گئی۔اپیل گزاروں کی طرف سے پیش کی گئی درخواستوں میں، قانون سازیہ کے جواز پر حملہ کرتے ہوئے بڑی تعداد میں بنیادیں پیش کی گئیں جن کی خصوصیت تھی-اس کے کردار میں ضبطی اور جائیداد کے بنیادی حق کی خلاف ورزی، جو درخواست کنندگان کے پاس مستقل تصفیے کے ضابطے کے تحت ان کے زیر قبضہ زمینداروں میں تھا۔ان درخواستوں کے نمٹارے تک، آئین (پہلی ترمیم) ایکٹ سال 1951 کو یکم جون 1951 کو منظور کیا گیا تھا، اور اس ترمیم نے آئین میں آرٹیکل 31-اے اور 31-بی کے نام سے دو نئے آرٹیکل متعارف کرائے، بظاہر اس مقصد کے ساتھ کہ اسٹیٹ کے حصول کے لیے نافذ کردہ مختلف قوانین کو آئین کے حصہ III کے متعلقہ آرٹیکلز کے تحت چیلنج کیے جانے سے بچایا جائے۔آئین کے آرٹیکل 31-بی خاص طور پر آئین کے نویں گوشوارہ میں مذکور متعدد قوانین کا حوالہ دیتا ہے اور یہ واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی اس بنیاد پر کالعدم نہیں سمجھا جائے گا کہ انہوں نے کسی بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے، اس کے برعکس عدالت یا ٹریبونل کے فیصلے کے باوجود۔یہ متنازعہ نہیں ہے کہ 1948 کا مدراس ایکٹ XXVI اس گوشوارہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document

میں شامل قوانین میں سے ایک ہے۔ یہ یاد رکھا جا سکتا ہے کہ شنکری پرساد سنگھ دیو بنام کے معاملے میں اس عدالت کے سامنے آئین (پہلی ترمیم) ایکٹ کے جواز کو مواخذے میں لانے کی کوشش کی گئی تھی۔ یونین آف بھارت (۱)۔کوشش ناکام ہوگئی اور شنکری پرساد کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے کے بعد، جن بنیادوں پر اپیل گزاروں کی رٹ درخواستوں کی حمایت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، وہ زیادہ تر حصے کے لیے ناگزیر ہوگئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درخواستوں کی حتمی سماعت کے وقت درخواست کنندگان کے آدھے حصے پر جو دلائل پیش کیے گئے تھے ان کا مقصد مجموعی طور پر قانون سازی کو کالعدم قرار دینا نہیں تھا، بلکہ صرف اس کی کچھ دفعات میں، سب سے پہلے اس بنیاد پر کہ اس میں مذکور جائیداد کی کچھ اشیا کے حصول کے پیچھے کوئی عوامی مقصد نہیں تھا اور دوسرا، کہ کچھ پہلوؤں میں معاوضے کے توضیعات قانون سازی کے اختیارات کا رنگین استعمال تھیں اور یہ 1935 کے آئین ایکٹ کے ساتھ دھوکہ دہی تھی۔ ریاست بہار بنام مہاراجادھی راجا سر کامشور سنگھ (2) کے معاملے میں اس عدالت کے اکثریت کے فیصلے کے اختیار پر ان دلائل کی مکمل طور پر اس حد تک حمایت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس نے بہار لینڈ ریفارمز ایکٹ 1950 کی دو توضیعات کا اعلان کیا۔ مدراس ایکٹ 1948 سے ملتی جلتی قانون سازیہ کو غیر آئینی قرار دیا گیا۔ ان تنازعات کو عدالت عالیہ کے فاضل ججوں کی حمایت حاصل نہیں ہوئی جنہوں نے درخواستوں کی سماعت کی اور کہا کہ بہار کے معاملے میں اس عدالت کی اکثریت کی طرف سے بیان قابل اصول مدراس ایکٹ کی متنازعہ توضیعات پر لاگو نہیں تھے، انہوں نے تمام درخواستوں کو مسترد کر دیا۔ تاہم، عدالت عالیہ کی طرف سے درخواست کنندگان کو آئین کے آرٹیکل 132 (1) کے تحت سرٹیفکیٹ دیے گئے تھے اور ان سرٹیفکیٹس کے زور پر ہی ہمارے سامنے اپیلیں آئی ہیں۔

مسٹر آیانگر نے، ان اپیلوں کی حمایت میں پیش ہوتے ہوئے، اپنا موقف مکمل طور پر 'فرضی قانون سازیہ' کے نظریے پر اُٹھایا ہے جیسا کہ اس عدالت کی اکثریت نے اوپر مذکور بہار کیس میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے حصول کے کسی بھی شے کے حوالے سے عوامی مقصد کی عدم موجودگی کے بارے میں کوئی بات کرنے کی کافی مناسب کوشش نہیں کی ہے، کیونکہ یہ واضح ہے کہ اس عدالت کے اکثریت کے نقطہ نظر کے مطابق، جیسا کہ نارائن دیو بمقابلہ ریاست اڑیسہ (1) میں بیان کیا گیا ہے، کسی ایسے قانون سازی کی صورت میں عوامی مقصد کا وجود جائز مسئلہ نہیں ہے جو آئین کے آرٹیکل 31 کی شق (4) کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اس کے ذریعہ فراہم کردہ تحفظ حاصل کرتا ہے۔

مسٹر آیانگر کے اعتراضات، بنیادی طور پر، یہ ہیں کہ دفعہ 27(i) کے ساتھ ساتھ اعتراض شدہ ایکٹ کی دفعہ کے 30 توضیعات فرضی قانون سازی کے حامی ہیں جو 1935 کے آئینی ایکٹ کی دھوکہ دہی میں نافذ کی گئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حاصل شدہ جائیداد کے سلسلے میں ایکٹ کے تحت ادا کیے جانے والے معاوضے کی رقم کا تعین کرنے میں،

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس جائیداد کے حوالے سے 'بنیادی سالانہ رقم' کے طور پر کیا بیان کیا گیا ہے۔ بنیادی سالانہ رقم کئی مدیا حصوں پر مشتمل ہوتی ہے جو دفعہ 27 اور ایکٹ کے بعد کے دفعات میں بیان کی گئی ہیں، اور یہ ان حصوں کے توضیعات کے مطابق طے شدہ سالانہ رقم کی بنیاد پر ہے کہ کسی مالک کو قابل ادائیگی معاوضے کی رقم کی کل رقم پر انحصار کیا جاتا ہے۔ مسٹر ایانگر کا دعوی ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 27 (i)، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ بنیادی سالانہ رقم کی گنتی میں مخصوص اقسام کی مجموعی سالانہ ریوتواری مطالبہ کا صرف ایک تہائی حصہ مدنظر رکھا جانا چاہیے، ایک فرضی شق ہے جو جائیداد سے حاصل ہونے والی کل آمدنی کو مکمل طور پر نظر انداز کرتی ہے اور آمدنی یا منافع کے تعین کے لیے ایک مصنوعی اور من مانی معیار متعارف کراتی ہے جس کا حقائق سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح خالص متفرق آمدنی کا حساب لگانے میں، جو کہ بنیادی سالانہ رقم کے حساب میں ایک جز ہے، جسے دفعہ 30 کے تحت مدنظر رکھا جانا چاہیے وہ خالص سالانہ آمدنی کا اوسط نہیں ہے جو مالکان خود ان ذرائع سے حاصل کرتے ہیں، جن کا ذکر ایکٹ میں کیا گیا ہے، جب وہ املاک انکے قبضے میں تھے، لیکن جو حکومت نوٹیفکیشن کی تاریخ کے بعد آنے والے سالوں میں ان سے حاصل کر سکتی ہے۔ اس طرح، اگر بدانتظامی یا دیگر وجوہات کی بنا پر حکومت ان ذرائع سے کوئی آمدنی حاصل نہیں کرتی ہے، تو مالک کو اس مد کے تحت کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔ یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ محض آلات یا سازشیں ہیں جن کا مقصد نجی املاک کو ضبط کرنا ہے اور یہ نہ تو تعین کرتے ہیں اور نہ ہی معاوضے کے کسی اصول پر مبنی ہیں۔ ان دلائل کی خوبیاں جو بھی ہوں، ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ریاست بہار بنام مہاراجادھی راجا سر کمیشور سنگھ (1) کے معاملے میں اس عدالت کے اکثریتی فیصلے کے اختیار کو حاصل کرنے کے لئے قابل وکلا کی راہ میں ایک ابتدائی اور نا قابل تلافی دشواری ہے۔ بہار لینڈ ریفارمز ایکٹ، جو اس معاملے میں فیصلے کا موضوع تھا، ایک قانون سازیہ تھی جو اس وقت زیر التوا تھی جب آئین نافذ ہوا تھا۔ اسے صدر کے غور و فکر کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا اور مقررہ وقت پر اس کی منظوری حاصل کی گئی تھی اور اس کے نتیجے میں آئین کے آرٹیکل 31 کی شق (4) کے تحت یہ اس بنیاد پر عدالتی جانچ پڑتال سے مستثنی تھا کہ اس کی طرف سے فراہم کردہ معاوضہ ناکافی یا غیر منصفانہ تھا۔ تاہم، ایکٹ کی دو توضیعات حوالے سے، جو ایکٹ کی دفعہ 4 (ب) اور 23 (ایف) میں شامل تھیں، اس عدالت کی اکثریت نے قرار دیا کہ وہ کالعدم ہیں کیونکہ وہ واقعی آئین کے گوشوارہ VII کی فہرست III کے اندراج 42 کے اندر نہیں آتے، جس کے تحت انہیں نافذ کیا گیا تھا۔ فہرست III کی اندراج 42 ان اصولوں کے بارے میں بات کرتی ہے جن پر یونین یا کسی ریاست کے مقاصد کے لیے یا کسی دوسرے عوامی مقصد کے لیے حاصل کی گئی یا طلب کی گئی جائیداد کے معاوضے کا تعین کیا جانا ہے، اور اس طرح کے معاوضے کی شکل اور طریقہ دیا جائے۔

"اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ اندراج 42 بلاشبہ قانون ساز سربراہ کی وضاحت تھی اور اس اندراج کے تحت کسی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document

قانون سازیہ کی اہلیت کا فیصلہ کرنے میں عدالت ان اصولوں کے انصاف یا استحقاق سے کوئی تعلق نہیں تھا جن پر معاوضے کا تعین کیا جانا تھا یا جس شکل یا انداز میں اسے دیا جانا تھا۔ لیکن اس کے باوجود، قانون سازیہ کو معاوضہ دینے کے کسی اصول پر مبنی ہونا چاہیے نہ کہ اس سے انکار کرنے یا اسے روکنے کے، اور ایسی قانون سازیہ کی حمایت نہیں کی جا سکتی جو کسی ایسی چیز پر مبنی ہو جو موجود نہ ہو یا جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہ ہو اور اس کے نتیجے میں اس کا معاوضے کے کسی بھی اصول پر قابل فہم اثر نہ ہو۔ موجودہ معاملے میں اس نظریے کو نافذ کرنے کی راہ میں ابتدائی دشواری اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ قانون سازیہ، جس پر یہاں اعتراض کیا گیا ہے، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت کام کرنے والی مدراس صوبائی مقنّنہ نے منظور کی تھی، اور بھارتیہ آئین کی فہرست III میں اندراج 42 کے مطابق 1935 کے ایکٹ سے منسلک کسی بھی فہرست میں کوئی اندراج نہیں تھا۔ 1935 کے ایکٹ میں اس نکتے سے متعلق واحد اندراج فہرست دوم کا اندراج 9 تھا جس میں محض 'زمین کے لازمی حصول' کی بات کی گئی تھی اور یہ واضح ہے کہ معاوضہ ادا کرنے یا اس کے بارے میں کوئی اصول طے کرنے کا فرض اس اندراج کی زبان میں موروثی نہیں تھا۔ جہاں تک آئینی ایکٹ 1935 کا تعلق ہے، معاوضے کی ادائیگی کی ضمانت، دفعہ 299 کی شق (2) میں موجود تھی جس کے الفاظ درج ذیل تھے:

"نہ تو وفاقی مقنّنہ اور نہ ہی صوبائی مقنّنہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کسی بھی زمین، یا کسی تجارتی یا صنعتی ادارے کے عوامی مقاصد کے لیے لازمی حصول کا اختیار دینے والا کوئی قانون بنائے جب تک کہ قانون حاصل کردہ جائیداد کے معاوضے کی ادائیگی کا بندوبست نہ کرے اور یا تو معاوضے کی رقم طے کرے، یا ان اصولوں کی وضاحت کرے جن پر اور جس طریقے سے اس کا تعین کیا جانا ہے۔

اپیل کنندگان اس ضمانت پر بہت اچھی طرح سے بھروسہ کر سکتے تھے اگر آئین کے آرٹیکل 31(6) کی دفعات کے ذریعے ان کے راستے
میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی گئی ہوتی۔ آرٹیکل 31 کی وہ شق درج ذیل ہے:

"اس آئین کے آغاز سے اٹھارہ ماہ سے زیادہ پہلے نافذ کردہ ریاست کا کوئی بھی قانون اس کے آغاز سے تین ماہ کے اندر صدر کو اس کی تصدیق کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے؛ اور اس کے بعد، اگر صدر عوامی اطلاع کے ذریعے اس طرح کی تصدیق کرتا ہے، تو اس پر کسی بھی عدالت میں اس بنیاد پر سوال نہیں اٹھایا جائے گا کہ اس نے اس آرٹیکل کی شق (2) کے توضیعات کی خلاف ورزی کی ہے یا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 299 کی ذیلی دفعہ (2) کے توضیعات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

یہ متنازعہ نہیں ہے کہ 1948 کا مدراس ایکٹ XXVI مذکورہ بالا تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ نتیجتاً، ہمارے لیے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document

یہ ممکن نہیں ہے کہ اپیل گزاروں کو ان تنازعات کو اٹھانے کی اجازت دی جائے جو ان کی طرف سے قابل وکیل اٹھانا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اپیلیں مسترد ہو جائیں گی، لیکن اس معاملے کے حالات میں ہم اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں دیں گے۔

اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔

اپیل گزاروں کی طرف سے ایجنٹ: ایس۔ سبرامنیم۔
جواب دہندگان کی طرف سے ایجنٹ: آر۔ ایچ۔ دھیبر۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.04 13:13
I attest to the accuracy and
integrity of this document